AFKĀR *Journal of Islamic & Religious Studies*
Volume 5, Issue 2, December 2021, PP: 79-92
E-ISSN 2616-8588; P-ISSN 2616-9223
www.afkar.com.pk; hjrs.hec.gov.pk

خلافت راشدہ کی داخلی حکمت عملی کے خدوخال ایک تحقیقی جائزہ

An Exploratory Review of the Internal Strategy of the Righteous Caliphate

Mr. Irshad Hussain[1*], Muhammad Hamid Raza[2]
[1] Doctoral Candidate, [2] Assistant Professor
Department of Islamic and Arabic Studies, Govt. College University, Faisalabad, Pakistan

ABSTRACT
An Islamic state is a state that claims to establish the system of divine sovereignty and the caliphate of Minhaj-al-Nabwa with its implications. In obedience to the divine command, the defense, political, social and economic affairs of the state of Madinah were decided in consultation with the Majlis-e-Shura, despite the fact that you did not need any advice due to the guidance of revelation. All the internal and external policies of the Prophet Muhammad (peace be upon him) were based on welfare and become a peace country but in first days of the region of the Abu Bakar sidiq, the state was suffering from internal and external disturbances. While the apostate movement was on the rise internally and externally, the state was suffering from internal disturbances. When Hazrat Abu Bakr handed over the reins of the state to Hazrat Omar, the state was stable internally and externally. Then Hazrat Umar bin Khattab handed over a very stable and strong government to Hazrat Uthman as compared to his predecessor. But the martyrdom of Hazrat Uthman made the state hollow internally and externally. Hazrat Ali ul-Mur Tazi also raised his swords to crush the internal and external anarchy of the state. The reforms carried out by the Rightly Guided Caliphs in the scientific, economic, political, social, military and defense systems brought about a revolution in the field of politics as well as enlightened the world about the political system in which the worldly development and ultimate welfare of humanity is hidden.

***Keywords**: Islamic and welfare state, Internal Policy, Caliphs,Political System, Humanity.*

*Corresponding author’s email: malikirshadlaang@gmail.com

تمہید:

نبی پاک ﷺ کی شخصیت کو اللہ تعالی نے کامل اور اکمل بنا کر بھیجا ہے۔ رسول پاک ﷺ ایک گھر کے سربراہ سے لیکر ایک اسلامی ریاست کے سربراہ بھی تھے۔ جب آپ ﷺ مکہ سے مدینہ تشریف لائے تو اس وقت آپ ﷺ کو منصب نبوت کے فرائض کے ساتھ ساتھ اسلامی ریاست و معاشرہ کی تشکیل کا مشکل امر بھی درپیش تھا۔ معاشرتی و معاشی انصاف قائم کرنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی مملکت کی داخلی و سیاسی پالیسی پر توجہ دیتے ہوئے داخلی استحکام قائم کرنے کی کوششیں کی۔ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ اور اس کے اطراف پر مشتمل خطے کو ایک وحدت اور مملکت قرار دیا۔ اس وحدت اور یونٹ میں بسنے والے غیر مسلموں کے ساتھ معاہدہ کیا جس کو میثاق مدینہ کہا جاتا ہے۔ ریاست میں داخلی طور پر ان غیر مسلموں کو مکمل شہری حیثیت دی گئی۔ امورِ داخلہ میں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصی توجہ استحکام امن اور اخلاقی تربیت کی طرف رکھی۔ شہری ریاست کو اندرونی خلفشار سے بچانے اور داخلی استحکام بخشنے کے لیے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلسل تدابیر اختیار کیں۔ داخلی و خارجی استحکام کے لئے میثاقِ مدینہ کے علاوہ قریبی قبائل سے معاہدے بھی کیے۔ اس طرح داخلی استحکام کی وجہ سے مدینے کے گرد و نواح میں دوستوں کا اضافہ ہوا اور مخالفتوں میں مسلسل کمی ہوتی چلی گئی۔ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تدبیر یہ اختیار فرمائی کہ عرب میں جو شخص خاندان یا قبیلہ مسلمان ہو تو وہ ہجرت کر کے مدینہ یا مضافات میں آبسے، تاکہ آبادی بڑھنے سے فوجی و سیاسی پوزیشن مزید مستحکم ہو۔ اب تک محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے تدبر و محمد عربی کی سیاسی فراست کے تمام پہلو ایک ایسے مرکز کے قیام کے لیے تھے جہاں سے دعوتِ اسلام موئثر طریق سے دی جاسکے۔ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام تر داخلی و خارجی پالیسیاں فلاح و بہبود پر مبنی تھیں۔ محمد عربی کے بعد حضرت ابو بکر صدیق کا دور داخلی و خارجی لحاظ سے بہت ہی حیران کن تھا۔ جہاں داخلی و خارجی طور پر ایک طرف ارتداد کی تحریک عروج پر تھی تو دوسری طرف ریاست کو اندرونی خلفشار کا شکار تھی۔ حضرت ابو بکر نے جب حضرت عمر کو ریاست کی باگ دور سونپی تو ریاست داخلی و خارجی اعتبار سے مستحکم تھی۔ پھر حضرت عمر بن خطاب نے اپنے پیش رو کی بنسبت بہت ہی مستحکم اور مضبوط حکومت حضرت عثمان کے سپرد کی۔ مگر حضرت عثمان کی شہادت نے ریاست کو داخلی و خارجی اعتبار سے کھوکھلا کر دیا۔ حضرت علی المرتضی نے ریاست کے داخلی و خارجی انتشار کو کچلنے کے لئے تلواریں بھی اٹھائی۔ ذیل میں خلافت راشدہ کی داخلی و خارجی پالیسیوں کے خدوخال کا جائزہ لیا جائے گا۔ خلافت راشدہ تقریبا تیس سال پر محیط ہے۔ اور خلافت راشدہ کا دور درج ذیل تھا:

1۔ حضرت ابو بکر صدیق (573-634/13H) آپ پہلے خلیفہ تھے اور آپ کا دور حکومت 632/13-11 تا۔634- تھا۔

2۔ حضرت عمر فاروق (586-645/23H): آپ دوسرے خلیفہ تھے اور آپ نے 644-634/23-13 کے دوران حکومت کی۔

3 ۔ حضرت عثمان غنی (579-656/35H): آپ تیسرے خلیفہ تھے اور آپ کا دور حکومت 656-644/35-23 پر محیط ہے۔ آپ پہلے دو خلفاء کے دور میں مرکزی کابینہ کے رکن تھے

4۔ حضرت علی المرتضی (598-661/40H): چوتھے خلیفہ۔ آپ کا دور حکومت 661-656/40-35 ہے۔ پہلے تین خلفاء کے دور میں آپ وفاقی کابینہ میں شامل رہے۔

پالیسی کا مفہوم

"پالیسی" کے لیے اردو میں حکمت عملی اور تدبیر کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ عربی میں اس کے لیے خطۃ، حک تدبیر، سیاسۃ،

موقف، نظام اور حسن الادارۃ کے الفاظ آئے ہیں۔ پالیسی نام ہے سیاست، ملکی معاملات کے تدبیر وانتظام، معاملات کی نگہداشت، اور اصول حکمرانی ہے۔[1] علامہ ابن اثیر اس ضمن میں لکھتے ہیں:

القیام علی الشیء بما یصالحہ۔ [2]

کسی عمل کے لیے ایسی تدابیر اختیار کرنا جن سے اس کی اصلاح ہو جائے۔

تھامس برک لینڈ (Thomas Birkland) پالیسی کی تعریف یوں کی ہے:

"Policy as a statement by government of what it intends to do or not to do,such as a law, regulation, ruling, decision, or order, or a combination of these". [3]

"پالیسی حکومت کا ایک ایسا لائحہ عمل ہے جس میں وہ کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کا قصد کرتی ہے جیسا کہ قانون، ضابطہ، فیصلہ، حکم یا ان سب کا امتزاج ہے"۔

آکسفورڈ ڈکشنری میں پالیسی کی بڑی جامع ومانع تعریف کی گئی ہے:

"An organized and established system or form of government or administration (f a state or city) a constitution, policy". [4]

ایک منظم ومضبوط نظام یا حکومتی ہیئت یا انتظامیہ (ریاست یا شہر کی) ایک آئین یا نظام حکومت ہے۔

گویا بامقصد کام کو پالیسی کہا جاتا ہے، پالیسی دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک خارجہ پالیسی اور دوسری داخلہ پالیسی ہوتی ہے۔ خارجہ پالیسی سے مراد کسی ملک کا ہمسایہ اور دیگر ممالک کے ساتھ تعلقات قائم کرنا اور انہیں فروغ دینا ہے۔ کسی ریاست کی خارجہ پالیسی، اس کی تاریخ، جغرافیہ، محل وقوع، سیاسیات یا اس کے قومی مفاد کی بنیاد پر تشکیل پاتی ہے۔ جب کہ داخلہ پالیسی سے مراد کسی ملک میں عوام کی معاشی اور سماجی ضروریات کی تکمیل، امن وامان کا قیام اور فلاح وبہبود کو فروغ دینا ہے۔ ریاست کی داخلی وخارجی پالیسیوں اور انتظامات کا تعلق براہ راست عوام الناس کے ساتھ ہوتا ہے اور ان کی انجام دہی کے لیے عوامی پالیسیاں مرتب کی جاتی ہیں۔ ریاست کی داخلہ حدود میں امن وامان اور نظم ونسق کے قیام کی ذمہ داری ابتدائی طور پر انتظامیہ کے صیغہ پولیس کے ذمہ ہوتی ہے۔ نظم ونسق کے بارے میں پریفنر Priffner لکھتے ہیں کہ

"Public policy emanated in law, provides the frame work with the public administration works, as a result the activities of great departments, agencies regulatory commissions and officials are circumscribed by legal implications."[5]

عوامی پالیسی جو قانون سے مترشح ہے ایک ڈھانچہ فراہم کرتی ہے، جس کے اندر نظمیہ عامہ کام کرتی ہے۔ نتیجتاً یہ قانونی مضمرات بڑے محکموں، اداروں، انضباطی کمشنوں اور سرکاری اہلکاروں کا احاطہ کیے ہوئے ہیں۔

داخلی وخارجی پالیسی ریاست کے مفادات کا تحفظ، لوگوں کے مابین ثقافت، مذہب اور عقیدہ کی بنیاد پر رونما ہونے والے اختلافات کا خاتمہ کرتی ہے اور مفاد عامہ کو فروغ دیتی ہے۔ پالیسی کو صحیح طور پر تشکیل دینے کے لیے اس کی خوبیوں اور خامیوں کے ہر پہلو کو سمجھنا ایک اہم مقصد ہے تاکہ اس بات کا اندازہ لگایا جاسکے کہ اس کو کیسے بنایا جائے اور پھر اس کے کیا نتائج اخذ ہوں گے۔ اس ضمن میں تھامس برک لینڈ (Thomas Birkland) لکھتے ہیں:

"Since we usually think of individual policies as statements of the things the

government does intend to do, it is useful to consider how these policies are written down and codified. After all, if policies were not made public in some way, it would be very difficult to discern the government's intent in enacting the policy. And it would be difficult for those affected by the policy. The people we call the targets of policies to understand what government expects of them". [6]

چونکہ عموماً انفرادی پالیسیوں کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ یہ حکومت کے کاموں کی توضیح ہے جن کو وہ کرنے کا ارادہ کرتی ہے۔ یہ غور کرنا مفید ہے کہ یہ پالیسیاں کیسے تحریر و مدون ہوئی ہیں۔ اگر پالیسیاں کسی وجہ سے عوام میں مقبول نہیں تو ان کے وضع کرنے میں حکومتی ارادوں کو بھانپ لینا مشکل ہو جاتا ہے (اور پھر متاثرین پالیسی کے لیے دشوار ہو گا) کہ وہ سمجھ سکیں کہ (وہ لوگ جن کو ہم ان پالیسیوں کے اہداف و مقاصد کہتے ہیں) حکومت ان سے کیا امید رکھتی ہے۔

یزکل ڈرار (Yehezkel Dror) داخلہ و خارجہ پالیسی کو تشکیل دینے میں پالیسی سازوں کی تربیت پر زور دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"The required performance of rulers and their relative importance depend on situations. However, a core function of all rulers is to fulfill a major and often critical role in decision making and in particular grand policy crafting". [7]

حکمرانوں کی مطلوبہ کارکردگی اور ان کی متعلقہ اہمیت حالات پر منحصر ہوتی ہے تاہم تمام حکمرانوں کا سب سے اہم کام فیصلہ سازی اور خصوصاً بڑی پالیسی تشکیل دینے میں بڑا اہم اور اکثر اوقات سنجیدہ کردار ادا کرنا ہوتا ہے۔

داخلہ پالیسی کے بنیادی خد و خال

خلافت راشدہ میں تمام تر پالیسیوں کے ماخذ قرآن و حدیث تھے۔ مگر ریاست میں تمام تر پالیسیاں مجلس شوری کی منظوری سے مشروط تھیں۔ تمام تر فیصلے باہمی اتفاق رائے سے کئے جاتے ہیں۔ ذیل میں خلافت راشدہ کی پالیسیوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

ا۔ سماجی فلاح و بہبود کی پالیسی

سماجی فلاح و بہبود میں ترقی کے لیے ہر شہر کو بلا امتیاز تعلیم، صحت، صفائی، خوراک جیسی بنیادی سہولیات فراہم ہوں تاکہ انسانی استعدادِ کار میں اضافہ، نادار اور ضرورت مند خواتین و حضرات کے لیے سوشل سیکورٹی کے شفاف ہمہ گیر نظام اور پاکیزہ ماحول کی فراہمی کو یقینی بنایا جا سکے۔ خصوصی توجہ کے حامل افراد اور علاقہ جات کے لیے ایسی حکمت عملی ہو جس کی مدد سے یہ قومی زندگی میں زیادہ نمایاں کردار ادا کرنے کے قابل بن جائیں۔

ریاست کی داخلہ پالیسی کا یہ ایک بنیادی اور متفقہ اصول ہے کہ سماجی فلاح و بہبود ریاست کی ذمہ داری ہے۔ اہل علم نے ریاست کے داخلی امور اور انتظامی سرگرمیوں میں اس کو شامل کیا ہے۔ داخلی امور کے انتظامات کو درست رکھنے کی ذمہ داری خلیفہ پر ہے تاکہ عوام الناس کی سماجی و معاشی حالت بہتر رہے۔ خلیفہ بذات خود معاملات کی نگرانی کرے اور احوال کی تحقیق و چھان بین بھی کرے تاکہ قوم کے لیے درست پالیسی اور صحیح حفاظت کا اہتمام کیا جا سکے۔ [8]

حضرت عمرؓ کو عام انسان کی خوشحالی کا جتنا احساس تھا اس کا اندازہ اس خط سے لگایا جا سکتا ہے جو انہوں نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو لکھا کہ واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بہتر والی وہ ہے جس کی رعایا خوشحال اور امن کے ساتھ ہو اور سب سے بدبخت والی وہ ہے جس کی رعایا

بد حال اور پریشان حال ہو تجھ کو کجی سے بچنا چاہیے تا کہ تیرے ماتحت افسر بھی ظلم و کجی نہ کر سکیں۔[9] اسلام نے معاشرے کا جو تصور دیا ہے اگر اسے صحیح معنوں میں قائم کیا جائے تو ایک ایسا اجتماعی نظام جنم لے گا جس میں نہ کسی کی اجارہ داری رہے گی اور نہ کوئی محتاج و مفلس رہے گا۔ ہر کس و ناکس کو مساوی حقوق ملیں گے۔ نجات اللہ صدیقی لکھتے ہیں کہ:

> The fulfillment of the basic needs of all human beings is one of the primary objective of the organized Islamic living. The principle is rooted in the Islamic worldview and the nature of society and state in Islam. The needs to be fulfilled include food, clothing, shelter, medical care and education. In certain cases they also include transportation, care-taking and attendance. The standard of need fulfillment should depend on the average standard of living in a society and on its economic resources.[10]

تمام نسل انسانی کی بنیادی ضروریات کو پورا کرنا منظم اسلامی ریاست کا اولین فریضہ ہے۔ اسلام میں ریاست، معاشرہ کی نوعیت اور دنیاوی نقطہ نظر کا ایک بنیادی اصول ہے۔ بنیادی ضروریات خوراک، لباس، رہائش، علاج معالجہ اور تعلیم سے پوری ہوتی ہے۔ مزید بر آں ٹرانسپورٹ، دیکھ بھال اور تحفظ کے معاملات بھی ان میں شامل ہوتے ہیں۔ ضرورت پوری کرنے کا معیار معاشی وسائل اور معاشرہ میں رہن سہن کے معیار پر منحصر ہوتا ہے۔

لہٰذا عہد نبوی اور خلفائے راشدین کی یہ مستقل پالیسی رہی کہ عوام کو آزاد معاشی، سماجی اور معاشرتی زندگی کے مواقع فراہم کیے جائیں۔ اسلامی ریاست کی آئینی ذمہ داری ہے کہ وہ غرباء اور مفلسوں کی ضرورت پوری کرنے کے لیے سماجی تحفظ کا نظام قائم کرے۔

۲۔ دفاعی پالیسی

کسی ریاست کے دفاع کے لیے فوجی انتظامات بھی ضروری ہوتے ہیں۔ فوجی انتظامات کی تشکیل کی دو اہم وجوہ ہیں۔ ایک تو یہ کہ مسلمانوں کے جان و مال اور عزت و آبرو کا تحفظ ہو اور ان کے علاقے کو دشمنوں سے بچایا جا سکے اور دوسری وجہ، ظلم و کفر کی تاریکی کو دور کر کے اسلام کی مشعل کو روشن کرنا تا کہ لوگ اس کی روشنی میں راہ ہدایت پر چل سکیں۔ نبی کریم ﷺ نے مواخات کے علاوہ میثاق مدینہ اور دوسرے قبائل سے معاہدے کئے جن سے مخالفوں میں کمی آئی۔ ان معاہدات کی حکمت یہ بھی تھی کہ جو شخص قبیلہ، گروہ یا خاندان مسلمان ہو وہ مدینہ یا مضافات مدینہ میں آبسے تا کہ آبادی بڑھنے سے فوجی و سیاسی حالات محفوظ ہوں۔ اس طرز عمل کا فائدہ یہ ہوا کہ مسلمان فوج کے لیے محفوظ رضا کاروں میں روز افزوں اضافہ ہوا اور نو مسلموں کے لیے تربیت و تعلیم کا انتظام ہوا۔[11] عہد رسالت میں تمام اختیارات کا مرکز و منبع آپ ﷺ ہی کی ذات والا صفات تھی۔ آپ ﷺ نے خود اور اپنے صحابہؓ سے بعض امور یعنی بازاروں کا گشت، اشیاء کی جانچ پڑتال، مجرموں کی گرفتاری، حبس کی سزا اور مجرموں کی گردن اڑانے وغیرہ کے معاملات سر انجام دلوائے جن کے بارے میں اب یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ معاملات محکمہ پولیس سے متعلق ہیں۔[12] جب حضرت عمرؓ نے عنان خلافت اپنے ہاتھ میں لی تو اس کے ساتھ ہی آپؓ نے اس بات کی ضرورت محسوس کی کہ مسلم فوج کو اس طرح منظم کیا جائے کہ وہ ہر لحاظ سے دشمنوں کا مقابلہ کر کے ان کو شکست دے سکیں۔ اس طرح مسلمانوں کا ایک کامل اور منظم عسکری نظام تشکیل پایا۔[13]

سب سے پہلے حضرت عمرؓ نے رات کی چوکیداری کے لیے محکمہ قائم کیا تھا پھر حضرت علیؓ نے اپنے عہد خلافت میں با قاعدہ پولیس کا نظام قائم کیا۔ اس محکمہ کے سب سے بڑے افسر کو "صاحب شرطہ" کہا جاتا تھا۔[14] چنانچہ حضرت عمرؓ نے دفاعی اور فوجی نوعیت کی مساجد کی تعمیر فرمائی جو

علاقوں کی حفاظت اور امن وامان کے قیام میں اہم کردار ادا کرتی تھیں ان میں قلعے چھاؤنیاں اور بارکیں وغیرہ شامل ہیں۔ تیسری سول اور سرکاری نوعیت کی تھی جن میں انتظامی نوعیت کے معاملات نمٹائے جاتے تھے۔[15] جے ریسکن (G. Raskin) ریاست میں خطرات سے نمٹنے کے لیے دفاعی اور قومی سیکورٹی کو آئین سے ہم آہنگ قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

> A common defense system consistent with the modern constitutional democracy requires that its managers be concerned with the permanent interests of humankind. No democratic government will find such interests in a dual state system in which the constitutional form is manipulated by a national security grouping that operates in secrecy and outside the rule of law. National security policy must be openly debated, and actions in accord with that policy must be performed in the full light of public scrutiny.[16]

> ایک عام دفاعی نظام جدید آئینی جمہوری نظام سے مزین اپنے منتظمین سے تقاضا کرتا ہے کہ وہ انسان کے مستقل مفادات سے وابستہ رہیں۔ کوئی بھی جمہوری حکومت کسی دوسرے نظام میں ان مفادات کو حاصل نہیں کر سکتی۔ ایسا نظام جس میں چند دفاعی گروپ آئین کی شکل کو مسخ کردیں اور خفیہ انداز سے قانون سے ماوراکام کریں لہٰذا قومی تحفظ کی پالیسی کو کھلے عام زیر بحث لانا چاہیے اور پالیسی سے متعلقہ اقدامات، عوامی چھان بین کی بھرپور روشنی میں ادا کرنے چاہیں۔ ریاستی اقتدار اور قانون کی حکمرانی کا اصل مقصد یہ ہے کہ وہ نسل انسانی کو تحفظ اور امن وسلامتی فراہم کرے۔"تحفظ کا انحصار حکومت کے وجود پر ہوتا ہے جو امن وامان مہیا کرنے کا اختیار رکھتی ہے اور ضرورت کے مطابق انسان کے فطری غیر سماجی رجحانات پر پابندیاں لگاتی ہے۔[17]

علامہ جوینی فرماتے کہا من وامان نہ ہو تو جان خطرے میں رہے گی اور نظم ونسق کا برا حال ہو تو مال کسی کام کا نہیں رہتا۔ شریعت امن وامان قائم رکھنے اور نظم ونسق درست رکھنے کو مقصود رکھتی ہے۔ وہ حکمرانوں کو اس کا ذمہ دار ٹھہراتی ہے"۔[18] قرآن کریم میں نظم ونسق کی خلاف ورزی اور امن درہم برہم کرنے والوں کو سخت وعید سنائی گئی ہے اور اس کی اصلاح پر بہت زور دیا گیا ہے۔

> اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ[19]

> ترجمہ: جو لوگ اللہ اور رسول سے لڑتے ہیں اور زمین میں اس لئے تگ ودو کرتے پھرتے ہیں کہ فساد برپا کریں، ان کی سزا یہ ہے کہ قتل کئے جائیں یا سولی پر چڑھائے جائیں یا ان کے ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ دیئے جائیں یا وہ جلاوطن کئے جائیں یہ ذلت ورسوائی تو ان کے لیے دنیا میں ہے اور آخرت میں ان کے لیے اس سے بدتر سزا ہے۔

اسلام کا مقصد ایک عادلانہ پرامن معاشرہ قائم کرنا ہے۔ جس کے لیے وہ فتنہ وفساد کا خاتمہ کرنا چاہتا ہے تاکہ افراد اپنے اصل مقاصد کے لیے یکسو ہو جائیں اور دل وجان سے ان کے حصول میں لگ جائیں۔ شریعت اسلامیہ میں قانون سازی کا عام مقصد نظام عالم کا تحفظ ہے اس طرح کہ وہ ہمیشہ اچھی حالت میں رہے۔ جس کا طریقہ یہ ہے کہ ان لوگوں کی اصلاح کی جائے جو بالفعل اس پر قابو رکھتے ہیں، یعنی بنی نوع انسان۔[20] عصر حاضر میں انسانی جان، مال اور عزت وناموس کا دفاع مشکل ترین مسئلہ ہے۔ انسانی حقوق کا تحفظ اور امن وامان کا قیام سربراہ ریاست کی اہم ذمہ داری ہے۔

۳۔ انتظامی پالیسی

عدل وانصاف اور مساوات کو قائم رکھنے اور سرکاری ملازمین کو اپنے اختیارات کی حدود میں رکھنے کے لیے عدلیہ کا قیام ناگزیر ہے۔ ذہنی و

جسمانی صلاحیتوں کے بہتر سے بہتر استعمال کے لیے نہ صرف جان ومال اور آبرو کے تحفظ کو یقینی بناناضروری ہے بلکہ انتظامی اصلاحات کو عملی صورت دینے کے لیے عدالتی عمل کی شفاف اور فعال بنانے کی بھی ضرورت ہے۔

پالیسی، ریاستی امور میں اختیار کئے جانے والے دانشمندانہ طریقے یا عمل کے نصاب کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ یہ وسیع اطلاعات، حکومت کے تعلقات اور کاروباری اداروں کو منظم کرتی ہے۔ جس میں اطلاعات کو عوام تک پہنچانے کے لیے انتظامات کیے جاتے ہیں اور تقسیم شدہ اختلاف کو حل کرکے ایک منظم طریقہ کے طور پر ظاہر کیا جاتا ہے۔[21]

انتظامی پالیسی عوام کے معاملات کی دیکھ بھال کے لئے جدید ذرائع بھی استعمال ہونے چاہئں۔ رچرڈ ولسن Richard Wilson لکھتے ہیں:

> "In the way the policy was originated. Formulated and carried through it was a model of how…. Modern policy should be formulated. There was a project team. There were outsiders. There was published analysis and enormous consultation. There was modeling of outcomes using the latest technologist."[22]

جس طرح پالیسی بنی، مرتب ہوئی اور روبہ عمل ہوئی، یہ ایک نمونہ تھا کہ کیسے جدید پالیسی مرتب کی جائے۔ ایک منصوبہ ساز جماعت تھی جس میں بیرونی لوگ بھی تھے۔ مطبوعہ تجزیہ اور زبردست مشاورت بھی کی گئی۔ جدید ترین ٹیکنالوجی کو استعمال کرتے ہوئے نتائج کی نمونہ سازی کی گئی۔

حکومت خصوصاان شعبہ جات میں پالیسیاں تشکیل دینے اور ان پر عمل درآمد پر زور دیتی ہے جو حکومتی کاروبار سے متعلقہ ہوتے ہیں مثلا صحت، سماجی تحفظ، تعلیم، دفاع اور عدلیہ وغیرہ۔ ریاست کی داخلہ پالیسی کو تشکیل دینے میں کوئی بھی اسلامی حکومت خلفائے راشدین کے نقش قدم پر چلے بغیر اپنے اہداف ومقاصد حاصل نہیں کرسکتی۔ جنہوں نے اپنی دانشمندانہ حکمت عملی سے معاشرے سے فتنہ وفساد اور بگاڑ کا خاتمہ کرکے اسے امن وامان کا گہوارہ بنایا۔ روایتی طور پر اعتدال پسند لوگوں کا خیال ہے کہ حکومت کو معیشت منظم کرنے اور باقاعدہ تجارت کرنے میں اہم کردار ادا نہیں کرنا چاہیے۔ ان کا تصور یہ بھی ہے کہ حکومت غربت کے مسائل اور معاشی عدم مساوات کے مسائل حل نہیں کرسکتی۔ تاہم اکثر آزاد منش لوگ حکومتی منصوبوں کے لئے معاون ثابت ہوتے ہیں۔ وہ معاشی تحفظ، انسانی مشکلات اور عدم مساوات میں کمی کو پورا کرنے کی تلاش میں ہوتے ہیں۔ ان کا خیال یہ بھی ہے کہ حکومت کو محفوظ اور عمدہ کام کے لئے حالات پیدا کرنے اور ماحولیاتی کو کم کرنے کے لئے باقاعدہ طور پر تجارت کرنی چاہیے۔ مغربی طرز حکومت میں داخلہ پالیسی کے متعلق ثقافت، مذہب اور ذاتی عقائد کے اختلاف کی بناء پر لوگوں کے مابین تضاد پایا جاتا ہے۔ عوامی زندگی میں مذہب کا کردار، تعلیم اور روزگار میں ثقافتی تنوع اور غیر جنسی تعلقات کے حقوق وغیرہ اس کی مثالیں ہیں۔ اہل یونان جدید فکر پیش کرنے میں اہل روم کے پیش رو تھے اور اہل روم نے انہی افکار وخیالات کو عملی جامہ پہنانے کی سعی کی۔

> "Rome exemplified many characteristics of the state. Its internal power, particularly within Italy, was highly centralized. Its emphasis on the legal rights of its citizens was of great importance the size of the empire made personal participation in a polis life impossible, but a citizen could at least hope for a certain security of legal expectations. Rome's maintenance of services (courts, roads, water supplies, a postal system) administered by a trained bureaucracy pointed the way to the modern state. Finally, a genuine political rule prevailed at least before the ultimately fatal militarization of the empire. Rome did not leave vast to groups within society."[23]

اہل روم نے ریاست کی بہت سی خوبیاں بیان کی ہیں خصوصاً اٹلی میں اس کے داخلی اختیارات کو اعلیٰ سطح پر مرکوز کیا جاتا تھا یہ اپنے شہریوں کے قانون حقوق کو بہت اہمیت دیتے تھے۔ سلطنت کی حدود میں پولیس کا وجود ناممکن حد تک ہوتا تھا لیکن ایک شہری قانونی توقعات کے یقینی تحفظ کے لئے کم از کم امید ضرور کر سکتا تھا۔ جدید ریاست میں روم کی خدمات (عدالتیں، سڑکیں، پانی کی فراہمی اور ڈاک کا نظام) کو ایک تربیت یافتہ بیوروکریسی کے نقطہ نظر سے برقرار رکھا جاتا تھا۔ بالآخر سلطنت کے فوجی نظام کے خطرے کا باعث بننے سے پہلے ایک حقیقی سیاسی قانون غالب آجاتا تھا۔ اہل روم معاشرے میں گروہوں کی شکل میں وسیع اقتدار نہیں رکھتے تھے۔ ازمنہ سابقہ میں ریاست کا سب سے بڑا منصب یعنی حکمرانی واقتدار ایک فرد کے ہاتھ میں ہوتا تھا جو فہم وادراک، عقل سلیم، وجدان کے نہایت اعلیٰ مقام پر فائز ہوتا تھا وہ عوام کے مسائل کی تہہ تک پہنچ کر ان کا حل تلاش کرتا اور وہی ریاست کا اقتدار اعلیٰ ہوتا تھا اور تمام شعبہ جاب اس کے ماتحت کام کرتے تھے۔

انسائیکلوپیڈیا آف سوشل سائنسز میں ہے:

"The administrative body was charged with the responsibility of developing a body of rules, almost a body of law, governing an area of public policy and ensuring that these rules and their enforcement kept pace with relevant developments and the policy mandate."[24]

منتظمہ جو کہ عوامی پالیسی کے کچھ علاقے پر حکمران تھی، اسے قوانین اور ضابطے بنانے کی ذمہ داری سونپی گئی اور اس امر کو یقینی بنایا گیا کہ یہ قوانین متعلقہ نئی صورت حال اور پالیسی کے اختیار سے باہم ہم قدم ہوں۔

مغربی پالیسیوں میں معاشرے کی تعلیم وتربیت، عوامی صحت کی خدمات، معیشت کی ترقی اور مشرق وسطیٰ میں جمہوریت کو فروغ دینا وغیرہ شامل ہیں۔ کابینہ میں ان پالیسیوں پر بحث ومباحثہ کیا جاتا ہے اور پھر ان کو حتمی شکل دی جاتی ہے۔ برطانیہ اور امریکہ میں حکومتیں کئی صدیوں سے صحت عامہ، عوامی تحفظ، ٹیکس، محصولات، نقل مکانی اور دیگر شعبوں میں انتظامی کاروائیاں کرتی رہی ہیں۔[25]

۴۔ صحت کی پالیسی

عوام الناس کی صحت کو یقینی بنانے کے لیے شعبہ قومی صحت کا قیام حکومت کی قانونی ذمہ داری ہے۔ وہ عوام کی تحفظ صحت کے لیے بھرپور خدمات سرانجام دے تاکہ مختلف کاموں اور خدمات میں ان کے مصمم ارادوں کو وجود میں لایا جائے۔ یہ شعبہ قومی صحت کا ایک منفرد کردار ہوتا ہے۔ ریاست ڈھانچے کی مضبوطی اور استحکام کے لیے مالی اور تکنیکی امداد دیتی ہے اور غیر حکومتی تنظیموں کو متحرک کرتی ہے کہ وہ موثر حفاظتی منصوبوں پر کثیر رقوم خرچ کریں کیونکہ تربیت یافتہ کارکنان اور ٹیکنالوجی تک رسائی حاصل کرکے قوم کی صحت میں بہتری لائی جاسکتی ہے۔ عوامی صحت کے مقصد کو پورا کرنے کے لیے قومی حکومتوں اور ریاست کے مابین مضبوط تعلقات استوار ہونے چاہیں۔ قومی صحت کے شعبہ جات پالیسی کو ترقی دینے، بیماریوں کی تشخیص کرنے اور خدمات کی یقین دہانی کے لیے ناگزیر ہیں۔

ریاست میں عوامی صحت کے شعبہ جات ہی اعداد وشمار اکٹھے کرنے، عوام کو مطلع کرنے اور سازوسامان کی تقسیم کے ذمہ دار ہیں۔ وہ صحت سے متعلقہ علوم حاصل کرنے کے لیے ان اعداد وشمار کو منظم اور تجزیہ کرتے ہیں اور نئی بصیرت اور جدت کے حصول کے لیے تحقیق میں سرگرم رہتے ہیں۔

۵۔ سماجی تحفظ

حکومت کی بنیادی ذمہ داری سماجی تحفظ کو یقینی بنانا ہے۔ اس کے لیے منظم ومربوط نظام کی ضرورت ہے جو اندرونی اور بیرونی خطرا اور

سازشوں سے نمٹنے کے لیے اہم کردار ادا کرے۔ دفاع کے لیے ایسی پالیسی ہو جس کی حفاظت اور نگرانی کے لیے باقاعدہ طور پر ایک کونسل موجود ہو جو اس بات کا خاص خیال رکھے کہ فوجی طاقتیں بوقت ضرورت لوگوں کی مدد کریں تاکہ وہ مامون و محفوظ ہونے پر فخر محسوس کریں۔

ریاست کا استحکام اور عوام کی فلاح و بہبود اس کی دفاعی قوت پر منحصر ہوتا ہے۔ اس کو بیرونی مدافعت کے خدشات اور دیگر عناصر کی ریشہ دوانیوں سے محفوظ رکھنے کے لیے ایک مضبوط نظام دفاع کا قیام ضروری ہے۔ جو ریاست کو اقتصادی بدحالی، سیاسی بد نظمی، داخلی و خارجی عدم استحکام اور اخلاقی فساد کا شکار ہونے سے بچائے ورنہ بد امنی، خون ریزی، افراتفری اور دہشت گردی روز مرہ کا معمول بن جائے گی اور امن عامہ کی ابتر صورت حال ریاست کا امن وسکون غارت کر دے گی۔

ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں سماجی تحفظ کے لیے معاہداتی نظام رائج ہے۔ جس کی وجہ سے نہ صرف اس کا ملکی دفاع متاثر ہوتا ہے بلکہ معاشی آزادی، تجارت اور جمہوریت میں خوشحالی اور امن اور انصاف بھی نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں جے راسکن G. Raskin لکھتے ہیں:

> The United State should end its role as guarantor, policeman or guardian at the gate in favor of an international organizational structure, namely the united nations, that would secure the peace through mediation, arbitration economic boycott, and an international security agreement. The united states would abide by the UN charter by refraining from making threats to the peace and would instead work with other nations to build international institutions, including economic, security, and peacekeeping agencies within the UN family.[26]

امریکہ کو اقوام متحدہ جیسے بین الاقوامی تنظیمی ڈھانچے میں محافظ، پولیس مین یا متولی کا کردار ختم کر دینا چاہیے۔ اقوام متحدہ بین الاقوامی امن کو ثالثی، معاشی بائیکاٹ اور بین الاقوامی معاہدہ سلامتی کے ذریعے یقینی بنائے گی۔ امریکہ اقوام متحدہ کے چارٹر کا پابند ہو گا۔ وہ نہ صرف امن کو خطرات لاحق کرنے سے باز رہے گا بلکہ دوسری اقوام عالم سے مل کر بین الاقوامی ادارے بنائے گا جس میں معیشت، سلامتی اور قیام امن کے ادارے شامل ہیں۔

داخلی پالیسی کے وضع میں مقننہ کا کردار

قانون کی لغت میں تشریع لفظ (Legislation) کے مترادف ہے۔ یہ لاطینی لفظ ہے، جو دو الفاظ سے مرکب ہے۔ (Lex) یعنی قانون اور (Latum) یعنی بنانے والا۔ پس ان دونوں کا معنی یہ ہوا کہ وضع کئے گئے قانون پر عمل کر کے سلطنت کو چلایا جائے۔

وأما التشريع فى لغة القانون فترادفه كلمة (Legislation) واصل هذه الكلمة هو (Lexlatum) وهى كلمة لا تينية ركبة من لفظين: (Lex) اى: القانون، و (Latum) أي: الواضع، فيكون معنا هما معا: القانون الموضوع عن طريق السلطة المختصة بسن القوانين۔[27]

علامہ نعمان سامرائی اس سلسلہ میں رقمطراز ہیں:

یہ وہ بااختیار ادارہ ہے جو ضروری قواعد کے صادر کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔ اور ریاست کی حدود میں اہل وطن اور دوسروں کی سرگرمیوں کو منضبط کرتا ہے۔[28]

یہ ادارہ پوری قوم کا ترجمان اور قومی امنگوں کا پاسبان ہوتا ہے۔ اس کے دائرہ کار اور اختیارات مندرجہ ذیل ہیں:

1. جن معاملات میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کے واضح اور قطعی احکام موجود ہیں مقننہ کا کام ہے کہ ان کے نفاذ کے لیے ضروری قواعد وضوابط مقرر کر دے۔
2. جن معاملات میں کتاب وسنت کے احکام ایک سے زیادہ تعبیرات کے متحمل ہوں، ان میں مقننہ کا کام ہے کہ ان کے نفاذ کے لیے ضروری قواقعد وضوابط مقرر کر دے۔
3. جن معاملات میں احکام موجود نہ ہوں یا کوئی اصولی رہنمائی نہ ملتی ہو، ان میں مقننہ کا کام یہ ہے کہ اسلام کے اصول عامہ کو پیش نظر رکھ کر نئے قوانین وضع کرے۔ اس معاملے میں اصول یہ ہے کہ جو کچھ ممنوع نہیں ہے وہ مباح ہے۔[29]
4. مقننہ کا کام یہ بھی ہے کہ مخصوص مسائل پر غور وخوض کرنے کے لیے کمیٹیاں تشکیل دے۔ جو آزادانہ غور وفکر (اجتہاد) سے کام لے کر متعلقہ قانون کی تفصیلات مہیا کرے۔

خلفائے راشدین، خصوصاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گہری اور مسلسل سوچ وبچار کے ذریعہ مروجہ حالات کا تجزیہ کیا۔ ماضی کے تجربات کو سامنے رکھا اور آئندہ پیش آنے والے ہر طرح کے ممکنہ خطرات ونقصانات کو نشان زدہ کرنے کے بعد ایک واضح لائحہ عمل دیا۔

پالیسی پر عمل در آمد میں انتظامیہ کا کردار

حکومت کا اہم صیغہ عاملہ یا انتظامیہ (Executive) ہے۔ اس کا کام ملک میں قوانین کا نفاذ کرنا اور مقننہ اور عدلیہ کے احکام کو عملی جامہ پہنانا ہے۔ ڈاکٹر ثروت بدوی انتظامیہ کی تعریف یوں بیان کرتے ہیں:

یقصد بالسلطة التنفیذیة فی الدولة المعاصرة: الھیئة الحاکمة التی تقوم بتفید القوانین وتسییر الادارة والموافق العامة۔ [30]

عصری حکومت میں تسلط قائم کرنے کا ارادہ کرنا یعنی حکومت کا ڈھانچہ وہ ہے جو قوانین کا نفاذ کرے، اداروں کو چلائے اور عام لوگوں کے مصالح کا خیال رکھے"۔ انتظامیہ سے مراد پالیسی فیصلوں کی تعمیل کرنا یا تکمیل کرنا یا عمل درآمد یا چند مشترک مقاصد کی تکمیل کے لیے کسی سرگرمی کو مربوط کرنا یا محض باہمی مقصد کے حصول کے لیے تعاون حاصل کرنا ہے۔[31] حکومت کے انتظامی شعبے کو انتظامیہ (Executive) یا عاملہ کہتے ہیں اس کا کام مقننہ یا شوریٰ کے بنائے ہوئے قوانین کا نفاذ کرنا ہے۔[32]

کوئی بھی سربراہ ریاست وزراء اور مشیروں کے بغیر حکومت کا نظم ونسق نہیں چلا سکتا۔ جیسا کہ ظاہر قاسمی لکھتے ہیں کہ:

"لایستطاع السلطان الا بالوزراء والاعوان ولا تنفع الوزراء الا بالموده والنصیحة۔"[33]

"وزراء اور اعوان کے بغیر حکومت کا نظم ونسق نہیں چلایا جاسکتا اور وزراء محبت اور خیر خواہی کے بغیر حکمران کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔"

مرکز خلافت مدینہ منورہ تھا جہاں مرکزی شعبہ جات قضا، شوریٰ، افتاء، کتابت اور دفاع قائم تھے۔ مرکزی سے عمال حکومت یا گورنر نامزد ہوتے تھے۔ خلیفہ اول نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو بطور گورنر تقرری پر فرمایا تھا:

انک فی سبیل اللہ یسعک فیہ الأذھان والتفریط والغفلة عما فیه قوام دینکم وعصمةأمرکم فلاتن ولا تفتر۔ [34]

تم خدا کی ایک ایسی راہ پر ہو جس میں افراط و تفریط اور ایسی چیزوں سے غفلت کی گنجائش نہیں، جس میں دین کا استحکام اور خلافت کی حفاظت مضمر ہے، اس لیے مستی اور غفلت کو راہ نہ دینا۔

پالیسی پر عمل در آمد کے جائزہ میں عدلیہ کا کردار

مقننہ اور انتظامیہ کی طرح عدلیہ بھی حکومت کے ڈھانچے کا ایک لازمی جزو ہے۔ عدلیہ حکومت کے تینوں شعبوں میں بہت اہم ستون ہے۔ کسی بھی ریاست میں عامہ اور مقننہ کے بعد اہم شعبہ قضاء عدلیہ ہی کا ہوتا ہے جس پر نظام ریاست چلتا ہے۔ قضاء کا مقصد انصاف کی فراہمی اور بر قراری ہے۔ عدلیہ کا ایک کام حکومتی معاملات اور قوانین پر عمل در آمد کا جائزہ بھی لینا ہے کہ جو مقننہ نے پالیسیاں وضع کی ہیں کیا اس پر انتظامیہ عمل در آمد لا رہی ہے یا نہیں؟۔ اس بات کا جائزہ لینے سے قبل قضاء کی تعریف یوں کی گئی ہے۔

علامہ سرخسی نے قضا کی تعریف میں کرتے ہوئے کہا کہ قضا ایک فرض محکم ذمہ داری اور واجب العمل قانون ہے۔[35]

علامہ کاسانی رقمطراز ہیں:

"القضاء هو الحكم بين الناس، بالحق والحكم بما انزل الله عزوجل۔"[36]

" قضا کے معنی میں لوگوں کے درمیان حق کے مطابق فیصلہ کرنا اور اس قانون کے مطابق فیصلہ کرنا جو اللہ نے نازل کیا ہے۔"

قاضی کی تقرری کا اختیار خلیفہ کو ہوتا ہے جیسے کہ عمر بن خطابؓ نے شریح کو کوفہ کا قاضی مقرر کیا تھا، یا والی ریاست قاضی کی تقرری کرتا ہے بشرطیکہ خلیفہ نے اسے اختیار دیا ہو جیسے کہ والی مصر عمرو بن عاصؓ نے عثمان بن قیس بن ابو العاص کو مصر کا قاضی مقرر کیا تھا۔[37] نظام قضاء کا کام چونکہ انتہائی ذمہ داری اور بے حد احتیاط سے کرنے کا تھا اس لئے خلفاء راشدین نے اسے عام قاضیوں کے دائرہ اختیار میں نہیں دیا بلکہ یا تو خود اس ذمہ داری کو نبھایا یا پھر انتہائی ذمہ دار اہل علم کو اس کے لیے مقرر کیا۔ عدلیہ سے بڑھ کر کوئی بھی حکومتی عنصر (Organ) کسی شہری کو فلاح اور تحفظ فراہم نہیں کر سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی بھی قوم عدل وانصاف سے بڑھ کر کسی دوسرے نظام کو اہمیت نہیں دے سکتی۔[38]

ریاستی اداروں کا باہمی تعلق اور داخلی استحکام

کسی بھی ریاست کے حکمران کی اہم ضرورت قوانین تشکیل دینا اور ان کو مربوط و منظم کرنا ہے۔ یہ کام وہ اپنے تین عناصر انتظامیہ، مقننہ اور عدلیہ کے ذریعہ سے سرانجام دیتا ہے۔ انتظامیہ کا کام ملکی نظم و نسق، مقننہ کا کام قانون سازی اور عدلیہ کا کام قوانین کا نفاذ اور عوام الناس کو عدل و انصاف فراہم کرنا ہے۔ اس طرح ریاست کے یہ تینوں اعضاء اپنے تفویض کئے گئے کاموں کو بخوبی سرانجام دیتے ہیں۔

حکومت ہمہ گیر انتظامیہ کے تحت ایک سیاسی ریاست میں حکومت یا انتظامیہ کا اختیار انفرادی معاملات کا اطلاق کرنا اور مخصوص کردار ادا کرنا ہے۔ انتظامیہ کارکنان اپنی اہلیت پر منتخب ہونے چاہئیں نہ کہ وہ موروثی بنیادوں پر ہوں اور یہ پیشہ سب کے لیے قابل رسائی ہو۔ عدلیہ: سیاسی ریاست میں عدلیہ اُن قوانین کا نفاذ کرتی ہے جن کو قانون ساز وضع کرتے ہیں۔[39]

اگر ریاستی اداروں کے باہمی تعلق کا تجزیہ کیا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ عدلیہ اور انتظامیہ کا باہمی تعلق تیسرے ادارے مقننہ کے ساتھ مقابلتاً کم ہے جب کہ آپس میں ان کا تعلق بہت زیادہ ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ مقننہ تو قانون سازی کرنے کے بعد فارغ ہو جاتی ہے۔ تاہم عدلیہ کو اس قانون سازی کے مطابق فیصلے کرنے پڑتے ہیں جب کہ انتظامیہ ان فیصلوں پر عمل درآمد یقینی بناتی ہے۔ عہد نبوی اور خلافت راشدہ کے تعامل سے

مترشح ہوتا ہے کہ جہاں تک صدر ریاست کا تعلق ہے وہ صدر ہونے کی حیثیت سے ریاست کے ان تینوں شعبوں کا صدر ہے مگر اس دور میں یہ تینوں شعبے ایک دوسرے سے الگ ہوتے ہیں۔

عہد خلفائے راشدین میں اہل الحل والعقد کے مشورہ سے انتظامی معاملات چلائے جاتے اور قانونی مسائل کے فیصلے کئے جاتے تھے۔ نظم ونسق کے ذمہ دار الگ تھے جن کا قضاء (عدالت) میں کوئی عمل دخل نہ تھا اور قاضی الگ تھے جن پر انتظامی ذمہ داریوں کا بازنہ تھا۔[40]

اس پوری گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ ہمیں عہد حاضر کی اسلامی ریاست کے داخلی استحکام ضمن میں قرآن، سنت اور دورِ خلافت راشدہ سے بنیادی اصول ملتے ہیں۔ خلافت راشدہ کی تمام تر پالیسیاں ریاست کے استحکام کے لئے ہوتی تھیں۔

نتیجہ بحث:

1۔ فلاح و بہبود کے حصول کے لیے ضروری ہے کہ معاشرے میں معاشی و معاشرتی مساوات اور انصاف قائم کی جائے۔ خلافت راشدہ کی پالیسیوں میں فلاح و بہبود کا عنصر لازمی ہوتا تھا۔ لہذا خلافت راشدہ کے نظریات کی روشنی میں معاشرے کے نادار و کمزور افراد کی کفالت اور بے روزگار افراد کے لیے روزگار کے مواقع پیدا کرنا چاہئیں۔

2۔ خلافت راشدہ کی پالیسی کے نتیجہ کی روشنی میں پاکستان میں موجودہ انتہاپسندی اورِ دہشت گردی کے لیے وضع کردہ قومی لائحۂ عمل تیار کر کے انتہاپسندی اور دہشت گردی کے چیلنج سے موثر طور پر نمٹا جا سکتا ہے۔

3۔ خلافت راشدہ کے دور میں جس ریاستِ مدینہ کا قیام عمل میں آیا۔ اور خلفاء راشدین نے جو اندرونی بیرونی پالیسیاں وضع کیں۔ آج ان کو مدِ نظر رکھتے ہوئے بہترین خارجی، داخلی اور دفاعی حکمتِ عملی مرتب کرنا اشد ضروری تھا۔ عصر حاضر میں بیرونی خطرات کے علاوہ اندورنی خلفشار کو اس طرز پر کچلنا چاہئے۔ جس عہد خلافت میں اندرونی خلفشار کو کچلا گیا۔

cc BY

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 international license.

حواشی وحوالہ جات

[1] کیرانوی وحید الزمان القاموس الجدید لاہور: ادارہاسلامیات، ۱۹۹۰ء، ص ۱۷۵

Kiranvi Waheed Al-Zaman Al-Qaamoos Al-Jadeed Lahore: Islamic Institute,1990,p175

[2] ابن اثیر، الجزری، ابوالسعادات، مبارک بن محمد، النھایۃ فی غریب الحدیث والاثر، ایان: طبع اسماعلیان، ۱۲۸۵ھ، ج۲، ص ۴۲۱

Ibn Athir, Al-Jazri, Abu al-Saadat, Mubarak ibn Muhammad, al nihayah, Ayyan, ismaeelian Publisher, 1285 H, v2,p421

[3] Birkland, Thomas A, an introduction to the policy process: Theories, concepts, and models of public policy making, publisher, M.E, Sharpe, Inc, Armonk, New York, 1984, P. 203

[4] The oxford English dictionary, Vol: XII, P. 26

[5] Priffner T. Mand Robert V Presthus, public administration, the Ronald press, company, new York, 1960, p.4

[6] Birkland Thomas an introduction to the policy process theories concept and models of public policy making publishers M.E sharpeinc. Armonk. New York 1984.P 204

[7]Birkland Thomas an introduction to the policy process theories concept and models of public policy making publishers M.E sharpeinc. Armonk. New York 1984.P 80

[8]ابن حزم، علی بن احمد، المحلی، دارالجیل، بیروت، لبنان، س۔ن، ج٦، ص١٥٨

.Ibn Hazm, Ali Ibn Ahmad, Al-Mahli, Dar Al-Jail, Beirut, Lebanon, S.N., vol.6 , p158

[9]سیوہاروی، حفظ الرحمن، اسلام کا اقتصادی نظام، ادارہ اسلامیات لاہور، ١٩٨١ء، ص ١٠٤

Sewaharvi, Hafiz-ur-Rehman, The Economic System of Islam, Institute of Islamic Studies, Lahore, 1981 , p 194

[10]Siddiqi, M. Nejatullah, Role of the state in the economy an Islamic perspective published: the Islamic foundation, Leicester, U.K, 1996, P. 35

[11]علوی، خالد، ڈاکٹر، انسان کامل، الفیصل ناشران غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور، ٢٠٠٠ء، ص ٣٢٥

Alvi, Khalid, Doctor, Insan Kamil, Al-Faisal Publishers Ghazni Street Urdu Bazaar Lahore, 2000 p.325

[12]صدیقی، صاحبزادہ، ساجد الرحمن، اسلامی معاشرہ کی تاسیس و تشکیل، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، ١٩٩٧ء، ص ٢٠٤

Siddiqui, Sahibzada, Sajid-ur-Rehman, Establishment and Formation of Islamic Society, Islamic .Research Institute, Islamabad, 1997, p 204

[13]طبری، ابن جریر، تاریخ الامم وملوق، دارالکتب العلمیہ، بیروت لبنان، ١٩٩٧ء، ج٤، ص ٢٠٤

Tabari, Ibn Jarir, Tarikh al-Umm wa Maluq, Dar al-Kitab al-Alamiya, Beirut, Lebanon,1997, vol .4.p204

[14]ابن القیم، شمس الدین، محمد، الطرق الحکمیۃ فی السیاسۃ الشرعیۃ، دارامعرفۃ بیروت، ١٩٥٣ء، ص ٥٤۔٥٥

Ibn al-Qayyim, Shams-ud-Din, Muhammad, Al-Turiq al-Hakamiyya fi al-Siyasat al-Shari'ah, Dara Ma'rifat Beirut, 1953, p 54-55

[15]البلاذري؛ أحمد بن یحیی، فتوح البلدان، بیروت، موسسۃ المعارف، 2009، جلد 1، ص ٣٩٥

Al-Balazari Ahmed bin Yahya, Fatuh al-Baldan, Beirut, Institute of Enlightenment, 2009, Volume .1, p 395

[16]Raskin, G, Marcus, The state and democracy, published in great Britain by routledge, New York, London, P. 92

[17]Sabine, G.H. A history of political theory, published constable company, London, 1964, P. 468

[18]الجوینی، امام المحرمین، غیاث اللم فی النبات الظلم، قطر: ادارہ احیاء التراث، ١٤٠١ھ، ص ٢١٢

Al-Jawini, Imam al-Muharram, Ghias al-Lum fi al-Nabat al-Zalim, Qatar: Institute of Revival of Heritage,1401 H, p 212

[19]المائدہ، ٣٣

Al-Māʾida: 33

[20]المظاہر، محمد بن العاشور، مقاصد الشریعۃ الاسلامیۃ، تیونس ١٣٦٦ھ، ص ٦٣

Al-Mazahir, Mohammed bin Al-Ashour, The Purposes of Islamic Law, Tunisia, 1366 H,p63

[21]NabhaniTaqiuddin the Islamic state Al Khilafah publication 56 Gloucester road London 1998, p 258

[22]Birkland Thomas an introduction to the policy process theories concept and models of public policy making publishers M.E sharpeinc. Armonk. New York 1984. P. 157

[23] Lexicon universal Encyclopedia, Lexicon publication, New York, 1987, P 230

[24] The Encyclopedia of social sciences, Vol :1, p 69

[25] Ibid

[26]Raskin G. MARCUS the state and democracy published in great Britain by Routlodge, London 1988, P 92

[27]القاضی، ڈاکٹر، مختار، اُصول قانون، دارالکتب الطبعۃ، بیروت، س۔ن، ص۱۲۶

. Qadhi, , Doctor, Mukhtar, Principles of Law, Printing Press, Beirut, S.N, p126

[28]السامرائی، نعمان، النظام السیاسی فی السلام وٴ، طبع دارالفرقان، بیروت، س۔ن، ص۱۳۳

Al-Samarai, Nu'man, The political system in Islam, Dar al-Furqan, Beirut, S.N,p133

[29]الضرورات تبیح المحظورات (ضرورت ممنوع چیزوں کو جائز کر دیتی ہیں) اس سے قریب تر ایک دوسرا قاعدہ بھی ہے "الضرورات تقدر بقدرھا، الاشباہ والنظائر لابن نجیم، ص۹۸۔۹۰

Ibn e nujaim, al ashbah wanazair, p90-98

[30]بدوی، ڈاکٹر ثروت، النظم السیاسیۃ، طبع دار لنھضۃ العربیۃ، س۔ن، ص۱۵

Bedouin, Dr. Tharwat, aknazam u siasiah, Berout, dar al nahdhat al arbia, p15

[31]Sius, L. David, international encyclopedia of the social sciences, the Macmillan company and the free press, America, 1968, Vol. 1, P. 61

[32]Laski, Harold, J, A Grammer of politics, George Allen and Unwin Ltd. London, 1967, P. 356

[33] قاسمی، ظافر، نظام الحکم فی الشریعۃ والتاریخ، بیروت: دارالنفالس، س۔ن، ص۴۲۲

.Qasimi, Zafer, Nizam al-Hakam fi Sharia and history, Beirut: Dar al-Nafals, S.N, p 422

[34] امام احمد، مسند احمد، بیروت، دارالکتب العلمیہ، 2014، ۶: ۱/

Imam Ahmad, Musnad Ahmad, Beirut, Dar Al-Kitab Al-Alamiya, 2014, vol 1. P6

[35] شمس الائمہ ، المبسوط لسرخسی، بیروت، دارالاحیاء التراث العربی، 2009، ۱۶/ ۶۰

Shams-ul-Imam, Al-Mabsoot Lasarkhsi, Beirut, Dar Al-Ahya Al-Tarath Al-Arabi, 2009, vol 16, p 60

36 کاسانی، اَبو بکر بن مسعود ، بدائع الصنائع، بیروت، دارالکتب العلمیۃ، 2006، ۷/ ۲

Kasani, Abu Bakr bin Masoud, Badaa' al-Sana'i, Beirut, Dar al-Kutub al-Ilmiyya, 2006, vol 2, p 7

[37] مناع القطان، النظام القضائی، قاھرہ : مکتبۃ وھبۃ، ص۷۲۔۷۳

manaae alqutan ,alnizam alqadayiy, , qaahriha : maktabit wahabit,s, p 72-73

[38]Rehman, H. introduction to Pakistan constitution, (East Pakistan) Narayan Machive Press, 1958, P. 189

[39] Political thought from plato to the present. Mc. Grace-Hill Book Company, New York, London 1984, pp. 354-55.

[40]مودودی، اسلامی ریاست، لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، ص۳۵۰

Maududi, Islamic State, Lahore, Islamic Culture Institute, p 350